اردو (لازمی)	انٹر (پارٹ-II)	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2.40 گھنٹے	2018ء (پہلا گروپ)	کل نمبر: 80

(حصہ اوّل)

سوال :2-(الف) درجِ ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,1,8)

دل رہینِ صَوْمَعہ' دستار رہنِ میکدہ — تھا ضمیر جعفری بھی اک مزے دار آدمی
پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے — اب گرے گا بحرِ اوقیانوس کے پار آدمی

جواب: حوالہ متن:

نظم کا عنوان: آدمی — شاعر کا نام: سید ضمیر جعفری

تشریح:

اس شعر میں سید ضمیر جعفری نے اپنے ہی نام کے پردے میں ایک ایسے شخص کی حالت بیان کی ہے جس کا دل اللّٰہ تعالیٰ کی عبادت کے شوق میں عبادت گاہ میں اٹکا رہتا تھا' لیکن وہ شراب خانے میں اپنی پگڑی کو گروی رکھ کر شراب پینے میں کوئی ہرج محسوس نہیں کرتا تھا۔ گویا اس کے ظاہر اور باطن میں تضاد تھا۔ آج کل کے دور میں یہی وہ سب سے خطرناک معاشرتی بیماری ہے' جسے منافقت کہا جاتا ہے۔ جب تک ہمارا معاشرہ منافقت کا شکار رہے گا' اخلاق و کردار کی پستی ہمارا مقدر رہے گی۔

دوسرے شعر میں شاعر نے معاشرے کے بدلتے ہوئے معاشرتی اور سماجی رویوں پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے: ایک زمانہ تھا کہ لوگ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر لیتے تھے' لیکن پردیس میں جا کر کمائی کرنے اور اپنوں سے دوری سے حتی الامکان گریز کرتے تھے۔ اگر کسی کو مجبوراً اپنا گھر بار چھوڑنا بھی پڑتا تو وہ زیادہ سے زیادہ قرب و جوار کے بڑے شہروں کا رُخ کرتا' لیکن آج کے مادی دور میں روپے پیسے اور دنیاوی آسائشوں کے لالچ نے لوگوں کو دور سمندر پار علاقوں خصوصاً امریکہ اور دیگر خوشحال یورپی ملکوں میں جا کر بسنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اپنے پیاروں کی خوشی اور غم میں شرکت سے محروم رہتے ہیں۔

(ب) درجِ ذیل اشعار کی تشریح الگ الگ کیجیے اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,3,3,3)

موت! کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے — مرنے سے آگے ہی' یہ لوگ تو مَر جاتے ہیں
دیدوادید جو ہو جائے' غنیمت سمجھو — جوں شرر ورنہ ہم اے اہلِ نظر جاتے ہیں
بے ہنر' دشمنی اہلِ ہنر سے' آ کر — منہ پہ چڑھتے تو ہیں پَر جی سے اُتر جاتے ہیں

جواب: شاعر کا نام: خواجہ میر دردؔ

شعر نمبر-1

تشریح:

خواجہ میر دردؔ موت سے مخاطب ہو کر اسے کہہ رہے ہیں کہ موت فقیروں سے کچھ نہیں چھین سکتی، کیونکہ جو لوگ موت سے پہلے ہی مر چکے ہوں اُن کا موت کیا بگاڑ لے گی۔ شاعر کہتے ہیں کہ فقیر اور درویش لوگ زندگی کو موت کی امانت سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ زندگی کی آسائشوں سے کنارہ کش ہو کر ہر گھڑی موت کی تمنا کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ موت سے نہیں ڈرتے۔

شعر نمبر-2

تشریح:

اس شعر میں خواجہ میر دردؔ زندگی کی اس حقیقت کو سمجھاتے ہیں کہ یہ زندگی عارضی اور ختم ہونے والی شے ہے۔ یہ ایک چنگاری کی مانند ہے۔ جس طرح چنگاری کچھ دیر کے لیے روشن ہوتی ہے اور چند لمحوں کے بعد راکھ میں بدل جاتی ہے، یہ زندگی بھی ایسی ہی ہے، جو چند سالوں کے بعد مٹ جائے گی۔ شاعر کہتے ہیں کہ میں اس عارضی و مختصر حیات کو غنیمت قرار دیتا ہوں۔ اس مختصر مہلت میں اگر ہم دوست احباب سے ہنس بول لیتے ہیں، ایک دوسرے کا دیدار کر لیتے ہیں تو یہ بڑی نعمت ہے، کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ کب موت کا پروانہ آجائے۔

شعر نمبر-3

تشریح:

اس شعر میں شاعر میر دردؔ نے ایک بہت بڑی سچائی بیان کر دی ہے کہ عام طور پر اپنی چرب زبانی اور خوشامدی طبیعت کی وجہ سے نااہل اور کم درجہ لوگ صاحبانِ اقتدار کی نظروں میں اپنا مقام بنا لیتے ہیں اور درباروں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ ان اعلیٰ عہدوں پر براجمان ہو کر واقعی ہنر اور جوہر والے بن جاتے ہیں۔ اُن کی نااہلی کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ لوہے کو جس قدر رگڑا جائے، چمکایا جائے وہ اور زیادہ کالا ہی ہوتا جاتا ہے۔ اس میں سونے چاندی کی سی چمک پیدا نہیں ہو سکتی۔

بس یہی وجہ ہے نااہل آدمی جس قدر بھی خود کو نکھارے، جھوٹے سہارے حاصل کرے، وہ ہنرمندی کی جگہ نہیں لے سکتا۔ وہ عارضی عہدہ، شہرت اور اختیار تو حاصل کر سکتا ہے، مگر لوگ اُس کی اصلیت کو جانتے ہیں۔ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا۔ یہ لوگ، لوگوں کی نظروں میں باکمال ہرگز نہیں گردانے جا سکتے، ان کی فطرت وہی حقیر ہی رہتی ہے۔

سوال :3- سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جز کی تشریح کیجیے۔ نیز سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیے: (1,1,3,10)

(الف) عالم کا رنگ بے رنگ دیکھ کر تدبیر اور مشورہ دو تجربہ کار دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ایک سیب کے درخت میں جُھولا ڈالے الگ باغ میں جُھولا کرتے تھے البتہ جو صاحبِ ضرورت اُن کے پاس جاتا' اُسے صلاح مناسب بتا دیا کرتے تھے۔ یہ سب مل کر اُن کے پاس گئے کہ برائے خدا کوئی ایسی راہ نکالیے جس سے احتیاج و افلاس کی بلا سے بندگانِ خدا کو نجات ہو۔

جواب : حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: محنت پسند خردمند مصنف کا نام: محمد حسین آزاد

سیاق و سباق:

محمد حسین آزاد کا مضمون ''محنت پسند خردمند'' ایک تمثیلی مضمون ہے جس میں انسان کی محنت اور کوشش کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ملک فراغ کے عوام خسرو آرام کے زیرِ سایہ آرام و چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ عوام بغیر محنت و مشقت کے امن و سکون کے ساتھ رہ رہے تھے۔ باغوں کی سیر کرتے۔ طرح طرح کے میووں سے لطف اندوز ہوتے۔ موسم بھی نہایت سہانا' نہ گرمی نہ جاڑا۔ چشموں کا پانی دودھ سے زیادہ میٹھا اور قوت بخش۔ غرض لوگ ہر طرح کے فکر و مسائل سے آزاد ہو کر ہر اعتبار سے زندگی کا لطف اٹھاتے اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے۔

تشریح:

انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں ہر طرف سکون اور خوشیاں تھیں۔ زندگی گناہ اور برائیوں سے پاک تھی۔ بدی نے دامنوں کو آلودہ نہیں کیا تھا۔ انسان باغِ فراغ میں بے فکری اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ہر طرح کی نعمتوں سے یکساں طور پر لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کہیں دکھ غم و الم کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر اسی باغ میں ایک پھولوں کا تختہ ظہور میں آیا۔ یہ پھول بدنیتی کے پھول تھے۔ ان کے کھلتے ہی ہر طرف منفی جذبات نے زور پکڑ لیا۔ لوگ آہستہ آہستہ ان کے زیرِ اثر آ گئے اور حسد اور خود غرضی جیسی برائیوں میں مبتلا ہو گئے' اور خود کو عقلِ کل سمجھنے لگے۔ اگرچہ اس زمانے میں دو ہوش مند اور تجربہ کار بزرگ ''تدبیر'' اور ''مشورہ'' نے بے حد کوششیں کی کہ لوگوں کو ان کی خامیوں کا احساس دلا سکیں۔ ان کو ان میں موجود برائیوں سے آشنا کروا کر ان کا علاج بتا سکیں' مگر کوئی بھی ان کی بات پر کان دھرنے کو تیار نہ تھا' لہٰذا وہ لوگوں سے مایوس ہو کر دل برداشتہ ہو گئے اور الگ تھلگ ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔ جلد ہی لوگوں نے پے در پے نقصان اٹھائے تو ان میں ان خامیوں کا احساس جاگا۔ پھر انھیں ان دونوں بزرگوں کی

رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ تدبیر اور مشورہ نامی بزرگوں کی تلاش میں نکلے اور انھیں سیب کے باغ میں ایک جھولے پر موجود پایا۔ لوگوں نے ان کی منت سماجت کی کہ ایسا حل بتائیں کہ وہ ان مصائب سے نجات پاسکیں۔ انھوں نے ''تدبیر'' اور ''مشورہ'' سے درخواست کی کہ وہ انھیں ایسی تدبیر بتائیں اور انھیں ایسا مشورہ دیں کہ مخلوقِ خدا ان تکالیف بالخصوص محتاجی اور افلاس سے نجات پاسکیں۔ جس پر ''تدبیر'' اور ''مشورہ'' نے پہلے تو سخت ناراضگی کا اظہار کیا' لیکن پھر کہا کہ چونکہ تم لوگوں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا ہے تو ہم تمھیں راستہ دکھانے کو تیار ہیں۔ اب اس کا حل صرف اور صرف یہی ہے کہ تم لوگ ''محنت پسند خردمند'' کے پاس جاؤ۔ وہی تمھیں اس مصیبت سے نکال سکتا ہے۔ جاؤ اور اسے اپنی مدد پر آمادہ کرو۔

(ب) جب کاپیوں کی تصحیح ہوئی اور پروف دیکھے گئے' تب بھی ان میں ترمیم کی گئی اور جب تک اس کی طرف سے پورا پورا اطمینان نہیں ہوگیا' اسے شایع نہیں کیا گیا۔ اس میں ڈھائی سال لگ گئے مگر ترجمہ بھی ایسا شُستہ ورفتہ اور بامحاورہ ہوا کہ اب پچھلے پچاس برس میں کوئی اور ترجمہ اس سے بہتر شایع نہیں ہوسکا۔

جواب: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: مولوی نذیر احمد دہلوی　　**مصنف کا نام:** شاہد احمد دہلوی

سیاق و سباق:

مولوی صاحب کا بچپن بڑی تنگدستی میں گزرا۔ وہ مسجد میں رہ کر اور روٹیاں مانگ مانگ کر گزارہ کرتے تھے۔ لیکن اتنے بڑے عالم اور معزز بنے کہ سرسید احمد خاں بھی آپ سے کہا کرتے تھے کہ مولوی صاحب! میں اس لائق بھی نہیں ہوں کہ آپ کے جوتے کے تسمے باندھوں۔ مولوی صاحب کے سسرال والے خاصے خوشحال تھے' لیکن مولوی صاحب اس قدر غیور تھے کہ ان کے ٹکڑوں پر پڑے رہنے کی بجائے اپنا الگ سے مکان لے کر رہتے تھے۔ عربی میں غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باعث اور بعض احباب کے اصرار پر قرآن پاک کا ترجمہ کیا' جو بے حد آسان' رواں اور بامحاورہ ہے۔ اپنی تمام کتابوں میں سے صرف اسے پسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ تو میرا توشۂ آخرت ہے۔

تشریح:

مولوی نذیر احمد بقایا تمام علوم کے ساتھ ساتھ عربی میں بہت طاق تھے۔ آپ کی اس صلاحیت کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے بارہا آپ سے اصرار کیا کہ وہ قرآن پاک کا ترجمہ کریں' لیکن آپ یہ کہتے کہ یہ کام مجھ ناچیز کے بس کا نہیں۔ یہ ان لوگوں کا کام ہے جنھوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں اس کام کے لیے وقف کررکھی ہیں؛ مگر جب آپ نے پنشن لے کر یہ کام شروع کیا تو آپ کو یہ احساس ہوا کہ یہ کام اتنا مشکل نہیں جتنا آپ کو لگتا تھا۔ چنانچہ مولویوں اور عالموں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ کام شروع کیا۔

ایک ایک لفظ پر بحث کے بعد ترجمہ کیا۔ آخر کار ترجمہ پورا ہوا تو پھر آپ نے ایک نابینا مشہور عالم اور حافظ کو پڑھ کر سنایا۔ آخر تمام تحقیق کے بعد کاپیوں کی تصحیح کی گئی۔ پروف ریڈنگ کے بعد بھی پورا اطمینان نہیں ہوا۔ شائع نہیں کیا' بلکہ باریک بینی سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کام میں ڈھائی سال لگ گئے' لیکن ترجمہ بھی اتنا خوبصورت بامحاورہ اور رشتہ اردو میں ہوا کہ آئندہ سالوں تک اتنا خوبصورت ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ خود مولوی نذیر احمد کہا کرتے تھے کہ میں نے بقایا کتابیں لوگوں کے لیے لکھی ہیں' لیکن قرآن کا ترجمہ صرف اپنی ذات کے لیے کیا ہے' کیونکہ آخرت کا سامان ہونا بھی ضروری ہے اور یہ میری آخرت کا سامان ہے۔

سوال :4- درجِ ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے: **(1,9)**

(الف) پہلی فتح **(ب) قرطبہ کا قاضی**

جواب :

(الف) پہلی فتح

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (پہلا گروپ)' سوال نمبر 4 (ب)۔

(ب) قرطبہ کا قاضی

یہ ڈرامہ اگرچہ ایک المیہ ہے مگر عدل وانصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے اور مسلمان حکمرانوں کے عدل وانصاف کو ظاہر کرتا ہے۔ قاضی یحییٰ بن منصور اپنے بیٹے زبیر' جس کے ہاتھوں ایک نوجوان قتل ہوگیا تھا' کو قتل کے جرم میں خود پھانسی دیتا ہے اور پھر جوان بیٹے کی جدائی برداشت نہ کرتے ہوئے خود کو ہمیشہ کے لیے کمرے میں بند کر لیتا ہے۔

پردہ اٹھتا ہے تو منظر میں ایک ایوان نظر آتا ہے جس میں ایک بڑی میز ہے۔ اس پر شمع دان رکھا ہے' ایک بنچ رکھا ہے' چند کرسیاں پڑی ہیں' دیواروں پر اسلحہ اور جانوروں کے سر لگے ہیں۔

ایسے میں عبداللہ (غلام) داخل ہوتا ہے۔ اُس کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی کے بیٹے زبیر کو پھانسی دے دی جائے گی۔ زبیر چونکہ قاضی کا بیٹا ہے' لہٰذا تمام رعایا اُسے بے قصور سمجھتی ہے اور اس کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتی ہے۔

حلاوہ (زبیر کی رضاعی ماں) زبیر کے غم میں بہت زیادہ نڈھال ہو رہی ہے۔ عبداللہ پرامید ہے کہ زبیر کو پھانسی نہیں دی جائے گی۔ وہ اس سلسلے میں عملی طور پر بھی کچھ کرتا ہے۔ حلاوہ کہتی ہے اگر پھانسی دینے والا نہ ملا تو کہیں باہر سے منگوالیا جائے گا جبکہ عبداللہ اُس کو بتاتا ہے کہ تمام شہر کی ناکہ بندی کی جا چکی ہے۔ شہر میں وہی آئے گا جو زبیر کا وفادار ہوگا۔ اُس کا کہنا ہے کہ شہر کے لوگ زبیر کو قاتل نہیں سمجھتے' کیونکہ ان کا خیال ہے کہ زبیر نے اپنی محبت اور غیرت کے لیے یہ قتل کیا ہے۔

اسی دوران میں قاضی اندر داخل ہوتا ہے اور عبداللہ سے پوچھتا ہے کہ پھانسی کا اعلان کیوں نہیں کیا جا رہا؟ اس پر قاضی کو بتایا جاتا ہے کہ نوبت پٹنے والا موجود نہیں، بلکہ پورے قرطبہ میں کوئی شخص بھی قاضی کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ ناظرِ عدالت بھی کسی طور پر اس سزا پر عمل درآمد کرنے کے حق میں نہ تھے۔ چنانچہ زبیر کو کوئی بھی تختہ دار پر لٹکانے پر آمادہ نہ تھا۔ سبھی نے انکار کر دیا۔ آخر پھانسی پر عمل درآمد کرنے کا وقت آ گیا اور جب کسی نے بھی جلاد کا فریضہ سرانجام دینے پر آمادگی ظاہر نہ کی تو قاضی یحییٰ بن منصور نے بذاتِ خود یہ ناگوار فریضہ سرانجام دیا۔ ایک منصف کی حیثیت سے قاضی نے اپنا فرضِ منصبی تو ادا کر دیا، لیکن وہ آخر باپ بھی تھا، اس کے لیے جوان بیٹے کی پھانسی کا صدمہ نہایت سنگین اور ناقابلِ برداشت تھا۔ بیٹے کو پھانسی دینے کے بعد وہ خود کو ایک کمرے میں بند کر لیتا ہے تو حلاوہ پکار اٹھتی ہے: اب یہ دروازہ کبھی نہ کھلے گا۔ اب ہم اسے کبھی زندہ نہ دیکھ سکیں گے۔ آج کل ایسے صاحبِ کردار اور قانون کے محافظ منصف کہاں ملتے ہیں۔

سوال :5- نظم ''خدا سرسبز رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ **(5)**

جواب : جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (پہلا گروپ)' سوال نمبر 5۔

سوال :6- درجِ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون تحریر کیجیے: **(20)**

(الف) میری پسندیدہ شخصیت (ب) وقت کی قدر و قیمت

(ج) تعلیمِ نسواں

جواب :

(الف) میری پسندیدہ شخصیت

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 6 (ج)۔

(ب) وقت کی قدر و قیمت

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 6 (الف)۔

(ج) تعلیمِ نسواں

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (پہلا گروپ)' سوال نمبر 6 (الف)۔

سوال :7- چھوٹے بھائی کو سگریٹ نوشی سے منع کرنے کے لیے خط لکھیے۔ **(10)**

جواب : جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (پہلا گروپ)' سوال نمبر 7۔